بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Masud Akhtar Choudry
10010 Hydrangea Way
Louisville, KY 40241-3056

DEC 6, 2007

مکرمی عبدالغفار جنبہ صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

احمدیت پر Research کے دوران آپ کی www.alghulam.com (WEBSITE) پر میری نظر پڑی اور آپ کا "جماعت احمدیہ کیلئے ایک لمحہ فکریہ" اور 'Virtue is GOD' DNLOAD کر کے میں نے دونوں کا مطالعہ کیا۔ کافی INTERESTING Material ہے۔ ذہن میں کچھ سوالات اُبھرے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

1- یوں لگتا ہے جیسے آپ "مصلح موعود" ہونے کے مدعی ہیں اور آپ نے اس دعویٰ کے متعلق لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو "مصلح موعود" بنایا ہے۔ یعنی آپ کا یہ دعویٰ مبنی بر الہام ہے۔ کیا میں درست سمجھا ہوں؟

2- آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا دعویٰ مصلح موعود ہونے کا مبنی بر غلط فہمی تھا اور وہ دعویٰ بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی پیشگوئی پر پورا نہ اترتا تھا اور وہ دعویٰ جھوٹا تھا۔ کیا آپ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو جھوٹا مدعی جانتے ہیں؟ اور کیا آپ اُن عقائد کو بھی غلط جانتے ہیں جو مرزا بشیر الدین احمد صاحب نے اپنی جھوٹی پوزیشن کو قائم کرنے کیلئے تراشے تھے؟ مثلاً یہ کہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو 1901ء تک اپنے اصل مقام کا علم نہ تھا اس لئے 1901ء سے قبل کی اُن کی وہ تحریرات جن کا تعلق اُن کے دعاوی سے ہے منسوخ گردانتے ہوئے اُن پر انحصار کرنا جائز نہیں ہے؟

3- "مصلح موعود" خالصتاً ایک احمدیہ Concept ہے جس کا عامۃ المسلمین کو سوائے اُن کے جو احمدیت کا لٹریچر اور خاص طور پر بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی کتابیں پڑھتے رہے ہیں اِس Concept کا علم تک بھی نہ ہے۔ کیا آپ کا مشن محض جماعت احمدیہ کے ممبران کی اصلاح ہے؟ یا اُس سے بڑھ کر عامۃ المسلمین کی اصلاح بھی آپ کے مشن کا حصہ ہے؟

4- کیا آپ کو ایسا مجدد ہونے کا دعویٰ ہے جو بمطابق حدیث نبویؐ ہر صدی کے سر پر اصلاحِ مسلمین اور تجدیدِ دین کیلئے مبعوث ہوتا ہے؟

5- کیا آپ جماعت احمدیہ کے Administrative نظام کی اصلاح چاہتے ہیں یا آپ کا مشن اُن کے اعتقادات کی اصلاح کر کے بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے اعتقادات کی طرف واپس لے جانا ہے؟

6- ایک اور صاحب ماریشس میں مدعی "مصلح موعود" ہیں اور اپنے آپ کو "امیر المومنین محی الدین" کے Titles سے لکھتے ہیں۔ چند الہامات جو قرآن کی آیات اور بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے اشعار پر مشتمل ہیں اُن کے دعویٰ کے ساتھ منسلک ہیں۔ وہ مرزا بشیر الدین احمد صاحب کو مصلح موعود اول

اور اپنے آپ کو مصلح موعود ثانی گردانتے ہیں۔ بخلاف اُن عقائد کے جو مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے یا اُن کے Followers کے ہیں وہ صرف اللہ تعالیٰ کی توحید اور سنت رسول کے قائم کرنے کے مدعی ہیں۔ اُن کا "WWW.Ahmadiyya almuslemeen" WEBSite ہے۔ یہ کیسے فیصلہ کیا جا سکے کہ آپ دونوں میں کون حقیقی اور سچا مدعی ہے؟

میری طرح بہت سے مسلمان حالاتِ حاضرہ کے پیشِ نظر آمدِ مجددِ اسلام کے منتظر ہیں۔ ممکن ہے آپ کی کتاب "غلام مسیح الزمان" میں میری تسلی کا کوئی سامان ہو۔ براہ کرم اِن سوالات کے جوابات کے ساتھ وہ کتاب بھی ارسال فرمائیں۔

والسلام

خاکسار

مسعود اختر

نوٹ۔ یہ لفظ جنبہ کیا آپ کی Cast یا
خاندانی عطائے نبوی کے تعلق کے اظہار کیلئے ہے؟

بسم اللہ الرحمان الرحیم

خاکسار رحمتِ خداوندی کا شکار کیسے ہوا؟

محترم جناب مسعود اختر چوہدری صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

امید ہے آپ بخیریت ہونگے۔ آمین۔ مورخہ ۱۱۔ دسمبر ۲۰۰ء کو آپکا ایک خط خاکسار کو موصول ہوا تھا۔ میں بعض مصروفیات کی وجہ سے آپکو فوری جواب نہ دے سکا۔ امید ہے آپ درگزر فرمائیں گے۔ آنجناب نے اپنے قیمتی وقت میں سے کچھ وقت نکال کر میرے دو مضامین ''جماعت احمدیہ کیلئے لمحہ فکریہ'' اور ''Virtue is God'' کا بغور مطالعہ فرمایا ہے۔ خاکسار اس کیلئے آپکا شکرگزار ہے۔ آپ نے اپنے خط میں چند سوالات بھی پوچھے ہیں۔ خاکسار اِن سوالات کیلئے بھی آپکا مشکور رہے گا۔ درج ذیل سطور میں ان سوالات کے جوابات لکھتا ہوں۔

سوال نمبر۱۔ یوں لگتا ہے جیسے آپ ''مصلح موعود'' ہونے (کے) مدعی ہیں اور آپ نے اِس دعویٰ کے متعلق لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ''مصلح موعود'' بنایا ہے۔ یعنی آپکا یہ دعویٰ مبنی بر اِلہام ہے۔ کیا میں درست سمجھا ہوں۔؟

جواب۔ ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمدؑ کو ایک زکی غلام کی بشارت سے نوازا تھا۔ اسی غلام مسیح الزماں کو حضورؑ نے ''مصلح موعود'' کا لقب دیا تھا۔ آپ کا سوال ہے کہ کیا خاکسار کا دعویٰ ''مصلح موعود'' مبنی بر اِلہام ہے۔؟ جواباً عرض ہے کہ میرا دعویٰ نہ صرف مبنی بر الہام ہے بلکہ مبنی بر الہامی ثبوت بھی ہے۔ ہوسکتا ہے آپکے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ کسی دعویٰ کے مبنی بر الہام ہونے یا مبنی بر الہامی ثبوت ہونے میں کیا فرق ہے۔؟ خاکسار اسکی وضاحت کیلئے حضرت مرزا غلام احمدؑ کی مثال پیش کرتا ہے۔ حضرت مرزا صاحبؑ نے مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کے دعاوی کیے تھے اور یہ دعاوی قطعی طور پر سچے تھے۔ اِس میں ذرّہ بھر بھی شک کی گنجائش نہیں ہے۔ بلکہ میں تو یہ بھی کہتا ہوں کہ اگر کسی صداقت پر کسی کے ایمان اور یقین کو ماپنے کا کوئی پیمانہ ہوتا تو حضرت مرزا صاحبؑ کے دعاویٰ کے متعلق میرے ایمان اور یقین کا پلڑا تمام احمدیوں کے مجموعی ایمان و یقین سے بھی بھاری ہوتا۔ اور اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ میرے وجود میں کوئی خوبی ہے۔؟ واللہ ہرگز ایسا نہیں ہے۔ میں تو اپنے نکمے پن اور کمزوریوں کا نہ صرف اقرار کرتا ہوں بلکہ یہ بھی یقین رکھتا ہوں کہ میرے وجود میں کوئی بھی ایسی خوبی نہیں تھی جو کہ میری قبولیت کی وجہ بنتی۔ یہ سب کچھ میرے آقا حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں ہوا۔ آپکی دعا کی بدولت خاکسار کو الٰہی مکالمہ ومخاطبہ کا شرف نصیب ہوا ہے وبس ؎ ہوئے ہم سے وہ ہم کلام اللہ اللہ ۔ کہاں میں کہاں یہ مقام اللہ اللہ

الہامی دعویٰ

میں بات کررہا تھا حضرت مرزا صاحبؑ کے دعاوی کی۔ آپؑ نے ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود اور مہدی مسعود ہونے کے دعاوی کیے تھے۔ میں یہاں آپؑ کے دعاوی کے سلسلہ میں آپؑ کا ایک الہام درج کرتا ہوں ۱۸۹۴ء میں آپؑ اپنی کتاب ''اتمام الحجتہ'' میں فرماتے ہیں:۔

''وَبَشَّرَنِیْ وَقَالَ ۔۔۔۔۔ ''اِنَّ الْمَسِیْحَ الْمَوْعُوْدَ الَّذِیْ یَرْقُبُوْنَہ وَالْمَھْدِیَّ الْمَسْعُوْدَ الَّذِیْ یَنْتَظِرُوْنَہ ھُوَاَنْتَ۔ نَفْعَلُ مَا نَشَآءُ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَالْمُمْتَرِیْنَ۔'' (تذکرہ صفحہ ۲۰۹۔ روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۲۷۵) ترجمہ۔ خدا نے مجھے بشارت دی اور کہا کہ وہ مسیح موعود اور مہدی مسعود جس کا انتظار کرتے ہیں وہ تو ہے۔ ہم جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ پس تو شک کرنیوالوں میں سے نہ ہو۔

اس الہام کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحبؑ کا دعویٰ مسیح موعود و مہدی مسعود مبنی بر الہام تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا آپکا یہ اِلہامی دعویٰ سب لوگوں کیلئے قابل قبول تھا۔؟ جواباً عرض ہے ہرگز نہیں۔ وہ لوگ جو آپؑ کے معتقد تھے یا جو آپؑ کو بچپن سے ہی صادق جانتے تھے انہوں نے تو حسنِ ظنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپؑ کے اس الہامی دعویٰ کو قبول کرلیا تھا اور اِن کی تعداد اُس وقت شاید انتہائی قلیل تھی۔ لیکن تاریخ احمدیت سے ثابت ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت نے آپؑ کے اس الہامی دعویٰ کا انکار کردیا تھا۔ وہ جو آپؑ کا ہم مکتب تھا اور اَدب میں آفتابہ (لوٹا) اُٹھا کر آپؑ کا وضو کرانے میں اپنی عزت سمجھا کرتا تھا یعنی محمد حسین بٹالوی وہ بھی آپؑ کے الہامات پر ایمان نہ لایا۔ غیر تو غیر گھر میں آپؑ کی زوجہ اور آپؑ کے بچوں نے بھی آپؑ کے الہامی دعویٰ کا انکار کردیا تھا۔ ظاہر ہے اِس انکار کی وجہ یہ تھی کہ آپؑ کا یہ الہامی دعویٰ اَپنوں اور مخالفوں کیلئے حجت نہیں تھا۔ یاد رہے کہ کسی کے الہام یا خواب کی سچائی کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یا پھر وہ ملہم یا خواب بین جس پر اللہ تعالیٰ اپنے کسی الہام یا خواب کی سچائی ظاہر فرمادے۔

الہامی ثبوت

اب آتے ہیں الہامی ثبوت کی طرف۔ الہامی ثبوت کیا ہوتا ہے۔؟ تو عرض ہے کہ آئندہ زمانے میں ظاہر ہونے والے کسی روحانی وجود کے متعلق اگر کسی سابق بزرگ نے کوئی الہامی پیشگوئی کی ہو تو ضرور ہے کہ اس پیشگوئی میں اللہ تعالیٰ نے اس موعود روحانی وجود کے متعلق کوئی ایک یا زیادہ نشانیاں بھی بتائی ہوں گی۔ اور جب پیشگوئی کے ظہور کے وقت یہ نشانیاں پوری ہوں گی تو یہ نشانیاں اس موعود روحانی وجود کا الہامی ثبوت کہلائیں گی۔ مثلاً۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی اُمت کو آئندہ زمانے میں ظاہر ہونیوالے ایک مہدی کی پیشگوئی فرمائی اور ظاہر ہے کہ یہ پیشگوئی آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے الہام پا کر بیان فرمائی ہوگی۔ اس پیشگوئی میں یقیناً آپؐ نے اُس مہدی کی سچائی کی کوئی نشانی بھی بتائی ہوگی۔ اگر آئندظاہر ہونیوالے کسی روحانی وجود کی پیشگوئی میں اُس کی سچائی پرکھنے کے لیے کوئی نشانی نہیں ہوگی تو پھر لوگ اُس سچے موعود کو کس طرح پہنچانیں گے۔؟ یہ کس طرح ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک روحانی وجود کے متعلق پیشگوئی تو کریں لیکن اُس موعود روحانی وجود کی سچائی کی کوئی نشانی نہ بتائیں۔؟ بلاشبہ آنحضرت ﷺ نے اپنے معہود مہدی کی پیشگوئی میں اُس کی نشانی بھی بتائی تھی جیسا کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں:۔

”عَنْ مُحَمَّدِبْنِ عَلِیٍّ قَالَ: اِنَّ لِمَھْدِیِّنَا اٰیَتَیْنِ لَمْ تَکُوْنَا مُنْذُ کَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ تَنْکَسِفُ الْقَمَرُ لِاَوَّلِ لَیْلَۃ مِنْ رَمَضَانَ وَتَنْکَسِفُ الشَّمْسُ فِی النِّصْفِ مِنْہُ وَ لَمْ تَکُوْنَا مُنْذُ خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوَاتِ وَ الْاَرْض۔“ (سنن دارقطنی کتاب العیدین باب صفۃ صلوٰۃ الخسوف والکسوف) ترجمہ۔ حضرت امام محمد باقر (حضرت امام علی زین العابدین کے صاحبزادے اور حضرت امام حسینؓ کے پوتے) روایت کرتے ہیں کہ ہمارے مہدی کی سچائی کے دو نشان ایسے ہیں کہ جب سے زمین و آسمان پیدا ہوئے وہ کسی کی سچائی کیلئے اس طرح ظاہر نہیں ہوئے۔ چاند کو اس کے گرہن کی تاریخوں میں سے پہلی تاریخ (یعنی ۱۳) کو گرہن ہوگا اور سورج کو اس کے گرہن کی تاریخوں میں سے درمیانی تاریخ (یعنی ۲۸) کو گرہن ہوگا اور جب سے اللہ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا، اِن دونوں کو اس سے پہلے بطور نشان کبھی گرہن نہیں ہوا۔

حضرت مرزا غلام احمدؑ نے مہدی معہود ہونے کا دعویٰ ۱۸۹۱ء میں کیا تھا۔ آپکے اس دعویٰ کے تین سال بعد یعنی مارچ اور اپریل ۱۸۹۴ء میں مہدی معہود کی سچائی سے متعلقہ آنحضرت ﷺ کا بیان فرمودہ یہ متذکرہ بالا خسوف وکسوف کا نشان آسمان پر ظاہر ہو گیا۔ یہ ایک ایسا زبردست نشان تھا جسے کوئی بھی جھوٹا مدعی مہدویت اپنے آپکو سچا ثابت کرنے کیلئے آسمان پر ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔؟ جیسا کہ آپؑ اپنی کتاب ”تحفہ گولڑویہ“ میں فرماتے ہیں:۔

”اِن تیرہ سو برسوں میں بہتیرے لوگوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا مگر کسی کیلئے یہ آسمانی نشان ظاہر نہ ہوا۔۔۔۔۔ مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے میری تصدیق کیلئے آسمان پر یہ نشان ظاہر کیا ہے۔“ (روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحات ۱۴۲، ۱۴۳)

سچے مہدی معہود ہونے کا یہ ایک ایسا ثبوت تھا کہ جس کے آگے سینکڑوں الہام بھی ہیچ تھے۔ الہام تو ہم اُس کلام الٰہی کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے پر نازل فرماتا ہے۔ یاد رہے کہ الہام کے بارے میں کسی انسان کو غلطی بھی لگ سکتی ہے یعنی کوئی الہام نفسانی بھی ہو سکتا ہے اور سورۃ الانعام کی آیت ”وَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِھِمْ۔۔۔۔۔۔۔“ (۶:۱۲۲) یعنی شیطان اپنے ڈھب کے لوگوں کے دِلوں میں وسوسے ڈالتے رہتے یعنی الہام کرتے رہتے ہیں، اس پر دالّ ہے لیکن کسی مدعی مہدویت کی سچائی کیلئے آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق آسمان پر خسوف وکسوف کا ظاہر کرنا اللہ تعالیٰ کا فعل تھا اور اس میں غلطی کا امکان ممکن نہیں تھا۔ یہاں پھر میری گذارش ہے کہ کسی دعویٰ کیلئے الہام بھی ضروری ہے لیکن اگر کسی مدعی کو کوئی ایسا الہامی ثبوت (ایسا ثبوت جو کہ اُس موعود سے متعلقہ الہامی پیشگوئی میں اللہ تعالیٰ نے اُس کیلئے مقرر فرما دیا ہو) میسر آجائے تو پھر ایسے الہامی ثبوت کے مقابلہ میں سینکڑوں الہامات بھی ہیچ ہیں۔ وجہ یہ کہ محض الہامی دعویٰ میں غلطی کا امکان ہو سکتا ہے لیکن الہامی ثبوت میں غلطی ممکن نہیں جیسا کہ درجِ بالا سطور میں خاکسار مہدی معہود سے متعلقہ پیشگوئی کے سلسلہ میں بیان کر چکا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جب ۱۸۹۴ء میں خسوف وکسوف کا نشان آسمان پر ظاہر ہوا تو گجرات کا ایک متعصب مولوی اپنے مکان کی چھت پر بے چینی سے ٹہلتے ہوئے پنجابی میں یہ کہتا پھر رہا تھا کہ ”ہن لوگ گمراہ ہون گے۔ ہن لوگ گمراہ ہون گے“ (تفسیر کبیر جلد دہم صفحہ ۵۶) کہ اب لوگ گمراہ ہونگے۔ چونکہ وہ مولوی صاحب جانتے تھے کہ پہلے تو مرزا غلام احمد صاحب کا دعویٰ صرف الہامات پر مبنی تھا اور الہامات میں سہو وخطا کا امکان ہونے کے باعث اس الہامی دعویٰ کے انکار کے لیے مخالفوں کے پاس کافی گنجائش تھی لیکن اب تو مہدی معہود کی سچائی سے متعلقہ آنحضرت ﷺ کا بیان فرمودہ نشان آسمان پر ظاہر ہو گیا ہے۔ اب صالح فکر لوگوں کے پاس مرزا صاحب کے دعویٰ کا انکار کرنے کیلئے کوئی گنجائش نہیں رہی۔ تبھی مولوی بے چارے نے لوگوں کی ہدایت کے سامان کو تعصب میں لوگوں کی گمراہی کی وجہ بیان کرنا شروع کر دیا۔

ایسے مولویوں کے بارے میں ہی سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ”وہ آسمان کے نیچے زمین پر بدترین مخلوق ہونگے“۔

وحی اور الہام کی حقیقت

الہامی دعویٰ اور الہامی ثبوت میں فرق بیان کرنے اور الہامی ثبوت کی اہمیت واضح کرنے کے بعد ضروری ہے کہ وحی اور الہام کے متعلق بھی کچھ عرض کیا جائے۔ جناب چوہدری صاحب! آپکے سوال سے ملتا جلتا سوال پہلے بھی مجھ سے کیا گیا تھا۔ میں نے اِس کا جو جواب اس وقت دیا تھا تھوڑی بہت کمی بیشی کیساتھ وہی جواب آپکی خدمت میں بھی پیش کرتا ہوں۔ (ثانیاً) یہ کہ اگر ایک تحریر نافع الناس ہو تو اِسکے اعادہ میں چنداں مضائقہ نہیں۔ حضرت مرزا صاحبؑ اسی ضمن میں فرماتے ہیں:۔

”ہم جو کتاب کو لمبا کر دیتے ہیں اور ایک ہی بات کو مختلف پیرایوں میں بیان کرتے ہیں اس سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ مختلف طبائع مختلف مذاق کے ناظرین کسی نہ کسی طریقے سے سمجھیں اور شاید کسی کو کوئی نکتہ دِل لگ جائے اور اِس سے ہدایت پالے اور یوں بھی اکثر دِل جو طرح طرح کی غفلتوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ اُن کو بیدار کرنے کیلئے ایک بات کا بار بار بیان کرنا ضروری ہوتا ہے۔“ (ملفوظات جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۷)

وحی والہام کیا ہے؟ عام طور پر وحی اور الہام سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ قرآنی وحی کی طرح لکھی ہوئی کوئی تحریر ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے پر نازل فرما دیتا ہے۔ وحی اور الہام کے متعلق ایسا فہم اگرچہ درست ہے لیکن کچھ تشریح طلب ہے۔ جہاں تک قرآن کریم کی وحی کا تعلق ہے تو وہ ایک ایسی وحی متلو ہے جس کو صرف اور صرف آنحضور ﷺ کے عظیم اور پاک دل نے برداشت کیا۔ ایسی وحی کی مثال نہ تو قرآن کریم کے نزول سے پہلے کی وحیوں میں سے دی جاسکتی ہے اور نہ ہی قرآن کریم کے نزول کے بعد ایسا عظیم الشان کلام کسی پر نازل ہوسکتا ہے۔ یہ نزول وحی کا ایک انفرادی واقعہ تھا۔ نہ حضرت محمد ﷺ ایسا انسان دوبارہ دنیا میں پیدا ہوا اور نہ ہی ایسی عظیم الشان وحی کسی انسان پر نازل ہو۔ وحی والہام کا سلسلہ تو ہمیشہ جاری وساری ہے۔ یہ سلسلہ بند نہیں ہوسکتا۔ ہاں البتہ جس طرح کہا جاتا ہے کہ ”جیسی رُوح ویسے فرشتے“ اِسی طرح جیسا کسی کا کوئی روحانی مقام ہوگا اُسی کے مطابق اللہ تعالیٰ اُس سے کلام بھی فرمائے گا۔ جہاں تک وحی والہام کے معنی کا تعلق ہے تو اِن کے لغوی معانی فقط کسی کو کوئی چیز سمجھانا، خفیہ اشارہ کرنا، دل میں ڈالنا اور حکم دینا کے ہیں اور اس کی لامحدود اقسام ہیں۔ مثلاً وحی متلو اور وحی غیر متلو، وحی جلی اور وحی خفی، وحی تسخیر، کشف اور خواب وغیرہ۔ چند وحی کی مثالیں قرآن مجید سے دیتا ہوں۔

مثال نمبر۱۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ ”بِاَنَّ رَبَّكَ اَوۡحٰی لَهَا۔“ (زلزال۔۶) اِس لیے کہ تیرے ربّ نے اِس (زمین) کے حق میں وحی کر چھوڑی ہے۔

یہ آیت ہمیں بتا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے حق میں وحی کی ہوئی ہے یعنی اُسے حکم دیا ہوا ہے۔ مزید برآں اِس آیت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ہر سیارہ اللہ تعالیٰ کی وحی کا پابند ہے اور وہ اپنے خالق اور مالک کی وحی کے مطابق اپنا مفوضہ کام بھی سرانجام دے رہا ہے۔ زمین اور دیگر تمام سیاروں کے طرزِ عمل سے ظاہر ہے کہ یہ سب وحی کیساتھ اپنے اپنے کاموں پر مامور کیے گئے ہیں۔

مثال نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ ”وَ اَوۡحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحۡلِ اَنِ اتَّخِذِیۡ مِنَ الۡجِبَالِ بُیُوۡتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعۡرِشُوۡنَ ہ“ (النحل۔۶۹) ترجمہ۔ اور تیرے ربّ نے شہد کی مکھی کو وحی کی یعنی حکم دیا کہ پہاڑوں میں درختوں میں اور لوگوں کی بنائی ہوئی عمارتوں میں اپنے چھتے بنا۔

اب اس آیت سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کو وحی کی یعنی اُسے حکم دیا یا اُسکے دل میں یہ بات ڈال دی کہ تو یہ یہ کام کر یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک راستہ اور منزل بتا کر اُسے اس پر لگا دیا۔ اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ شہد کی مکھی ایک کام کیلئے مسخر ہوگئی یا مامور کر دی گئی اور ہمیں شہد کی مکھی پر نزول وحی کا یقین کرنے کیلئے شہد کی مکھی کا طرز عمل ہی کافی ہے۔

مثال نمبر۳۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ ”وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اُمِّ مُوۡسٰۤی اَنۡ اَرۡضِعِیۡهِ فَاِذَا خِفۡتِ عَلَیۡهِ فَاَلۡقِیۡهِ فِی الۡیَمِّ وَلَا تَخَافِیۡ وَلَا تَحۡزَنِیۡ اِنَّا رَآدُّوۡهُ اِلَیۡكِ وَجَاعِلُوۡهُ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ“ (۲۸۔۸) ترجمہ۔ اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی تھی کہ اس کو دودھ پلا۔ پس جب تو اِسکے متعلق خائف ہو تو اِسکو دریا میں ڈال دے اور ڈر نہیں اور نہ کسی پچھلے واقعہ کی وجہ سے غم کر ہم اِسکو تیری طرف واپس لائیں گے اور اسکو رسولوں میں سے بنائیں گے۔

اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کیلئے اس آیت کی تفسیر میں خاکسار دو مسلمہ مفسروں کے حوالے درج کرتا ہے۔

(۱) ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔ ”پس جب کہ والدہ موسیٰ ہر وقت کبیدہ خاطر، خوف زدہ اور رنجیدہ رہنے لگیں تو اللہ نے اُنکے دل میں خیال ڈالا کہ اُسے دودھ پلاتی رہے اور خوف کے موقعہ پر انہیں دریائے نیل میں بہا دے۔ جس کے کنارے پر ہی آپ کا مکان تھا۔“ (تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۱۰۱)

(۲) مولانا حسین علیؒ فرماتے ہیں۔ ”اوحینا میں وحی سے الہام اور القاء فی القلب مراد ہے یعنی ہم نے موسیٰ کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ ابھی اسے اپنے پاس چھپائے رکھو اور اسے دودھ پلاتی رہو۔ اگر اُسکے قتل کا خطرہ لاحق ہو تو اُسے صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دینا۔“ (جواہر القرآن جلد ۲ صفحہ ۸۵۳)

میں یہاں عرض کرتا ہوں کہ اگر کوئی عورت اپنے شیر خوار بچے کو ایک مضبوط صندوق میں بند کر کے بھی دریا میں بہاتی ہے تو بھی ایسا کرنا بظاہر اپنے بچے کو موت کے حوالے کرنے کے

مترادف ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کوئی عورت ایسا کام کیا شک، وہم یا قیاس کی بنیاد پر کر سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس حالت میں وہ ضرور سوچے گی کہ شاید گھر میں میرے چھپانے سے بچہ بچ جائے اور دشمنوں کے ہتھے نہ چڑھے۔ لیکن صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈالنا تو قطعی طور پر موت کے حوالے کرنے والی بات ہوگی۔ اب سوال یہ ہے کہ اُم موسیٰ کو جو وحی ہوئی اور جو اُسکے دل میں خیال ڈالا گیا یا اِلقاء فی القلب کیساتھ جو اُسے حکم ہوا تو یہ اِلقاء فی القلب یا دل کا خیال کتنا عظیم الشان تھا کہ اُس نے اُم موسیٰ کو اتنا حق الیقین بخش دیا کہ وہ اپنے لختِ جگر کو صندوق میں ڈال کر دریا میں بہانے پر کمر بستہ یا تیار ہوگئی۔ بظاہر یہاں اُسے کوئی لفظی وحی نہیں ہوئی بلکہ اِلقاء فی القلب ہی ہوا اور ایک بات اُسکے دل میں ڈال دی گئی۔ اب اُم موسیٰ پر نزولِ وحی کا یقین کرنے کیلئے ہمارے لیے اَزاں بعد اُم موسیٰ کا طرزِ عمل ہی کافی ہے۔ اِس آیت سے یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ بعض اوقات وحی متلو یعنی لفظی وحی کے بغیر ہی اِلقاء فی القلب یا کوئی بات دل میں ڈالنے سے ہی کوئی انسان کسی کام کیلئے مامور ہو جاتا ہے۔

مثال نمبر۳۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ ”فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ يٰبُنَیَّ اِنِّیۡۤ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُكَ فَانۡظُرۡ مَاذَا تَرٰی ط قَالَ يٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيۡنَ“ (صافّات۔۱۰۳) ترجمہ۔ پھر جب بچہ اتنی عمر کو پہنچا کہ اُس کیساتھ چلے پھرے تو ابراہیم نے کہا میرے پیارے بچے میں خواب میں اپنے تئیں تجھے ذبح کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اب تو بتا کہ تیری کیا رائے ہے۔؟ بیٹے نے جواب دیا کہ اَبا جو حکم کیا جاتا ہے اُسے بجا لایئے اِنشاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔

اس آیت کی تشریح میں خاکسار پھر ایک حوالہ نقل کرتا ہے۔ مولانا حسین علیؒ فرماتے ہیں۔

”فلما بلغ الخ جب بیٹا ذرا بڑا ہو کر کاموں میں والد گرامی کا ہاتھ بٹانے لگا اور سات آٹھ برس کا ہوگیا تو حضرت ابراہیمؑ نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ متواتر تین دن انہوں نے یہ خواب دیکھا تو سمجھ گئے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ چنانچہ بیٹے سے فرمایا بیٹا! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ بتاؤ اب تمہاری کیا رائے ہے۔؟ بیٹا فوراً سمجھ گیا کہ یہ اللہ کی طرف سے مجھے ذبح کرنے کا حکم ہے کیونکہ اَنبیاءؑ کے خواب وحی کا حکم رکھتے ہیں۔“ (تفسیر جواہر القرآن جلد۳ صفحہ۱۰۰۱)

اب ان الفاظ میں یہ جو فرمایا گیا ہے کہ متواتر تین دن حضرت ابراہیمؑ نے یہ خواب دیکھا۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں تو نہیں ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ واقعہ اسی طرح ہوا ہوگا۔ ایک باپ کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا۔ اور پھر جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کی اس قسم کی عظیم الشان آزمائش کرنا چاہے یا پھر اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے کوئی بڑا اور عظیم الشان کام لینا چاہے تو وہ اُس بندے کو خواب اس رنگ میں دکھاتا ہے کہ اس خواب کے سچا ہونے میں خواب بین کیلئے کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے۔ اور خواب میں جو پیغام یا حکم بھی دیا جائے اُسے اس میں حق الیقین حاصل ہو جائے۔ اور عین ممکن ہے یقین دینے کی خاطر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو تین دن متواتر یہ خواب دکھایا ہو۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ کتنا عظیم الشان خواب تھا اور کس عظیم الشان رنگ میں اپنے بندے کو دکھایا گیا کہ وہ اپنے اکلوتے لختِ جگر کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے کیلئے تیار ہوگئے۔؟ اس عظیم الشان قربانی کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ پر کوئی لفظی وحی نہیں نازل کی تھی۔ صرف ایک خواب دکھایا اور اس رنگ میں دکھایا کہ ابوالانبیا کو کسی لفظی وحی کی ضرورت نہ رہی اور وہ ساری بات کو سمجھ گئے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے جگر گوشہ کو قربان کرنے کیلئے تیار ہوگئے۔ اِس حوالہ میں مولانا حسین احمدؒ نے یہ جو فرمایا ہے کہ ”اَنبیاءؑ کے خواب وحی کا حکم رکھتے ہیں“ تو خاکسار اس میں اتنا اضافہ کرتا ہے کہ نہ صرف اَنبیاءؑ کے خواب ہی وحی کا حکم رکھتے ہیں بلکہ ہر ولی اور ہر مومن کا خواب بھی وحی کا حکم رکھتا ہے۔ خواب بھی وحی کی ایک قسم ہے بشرطیکہ وہ سچا ہو۔ وہ خواب جس میں اللہ تعالیٰ اپنے کسی برگزیدہ بندے یا وہ بندہ جس کو وہ برگزیدہ کرنا چاہے کوئی مشن (mission) سونپتا ہے تو اللہ تعالیٰ اِیسا خواب اپنے اُس بندے کو اس رنگ میں دکھاتا ہے کہ خواب بین کو نہ صرف اس خواب کے سچا ہونے میں کوئی ادنیٰ سا بھی شک نہ رہے بلکہ اُسے کسی لفظی وحی کی بھی ضرورت نہ رہے۔

خاکسار کی روحانی واردات

اب زمین اور تمام دیگر سیاروں کا اپنے اپنے کاموں کیلئے مقرر ہو جانا یا شہد کی مکھی کا شہد بنانے کیلئے مامور ہو جانا یا اُم موسیٰؑ کا اِلقاء فی القلب کے بعد اپنے لختِ جگر کو دریا میں بہا دینا یا ابوالانبیاءؑ کا خواب دیکھنے کے بعد اپنے اکلوتے جگر گوشے کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے کیلئے تیار ہو جانا کیا یہ سب اُن کے سوچ و بچار کا نتیجہ تھے۔؟ نہیں بالکل نہیں۔ کیا اِن سب (یعنی زمین، شہد کی مکھی، اُم موسیٰ اور حضرت ابراہیمؑ) کو جن کاموں کیلئے یہ مامور کیے گئے سرانجام دینے کیلئے کسی وحی متلو کی ضرورت باقی رہ گئی تھی۔؟ ہرگز نہیں۔ میرے ساتھ بھی بالکل ایسا ہی واقعہ ہوا۔ جب یہ عاجز تیئیس (۲۳) یا چوبیس (۲۴) سال کا ہوا تو پہلے اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک منظوم دعا سکھلائی جو درج ذیل ہے۔

اے میرے اللہ اب تو میری پکار سن لے
بخشش کا میں ہوں طالب، میرے غفار سن لے

میں گنہ گار بندہ در پہ ہوں تیرے آیا
شرمندگی کے آنسو اپنے ہوں ساتھ لایا

گلیوں میں رو رہا ہوں، آنسو بہا رہا ہوں
دردر کی ٹھوکریں، اے مالک میں کھا رہا ہوں

تو پاک مجھ کو کردے اور نیک بھی بنادے
اسلام کی محبت، دل میں میرے بٹھادے

ہر آن رکھوں دیں کو، دنیا پہ میں مقدم
اسلام کی فتح کا ، ہو فکر مجھ کو ہردم

اسلام کی صداقت دنیا میں، میں پھیلاؤں
شمع ہدایت ، ہرگھر میں، میں جلاؤں

اسلام پر جئیوں میں، اسلام پر، مروں میں
ہر قطرہ اپنے خوں کا ، اس کی نظر کروں میں

برائی سے بچوں ، اور زباں پہ ہو صداقت
تیرے چمن کا گل ہوں گل کی تو کر حفاظت

پھر دعا سکھلانے کے چند ماہ بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مختصر سی خواب دکھائی۔ خواب میں یہ خاکسار حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے رُوبرو کھڑا ہے۔ حضورؑ خاکسار سے فرماتے ہیں۔ ’’غفار نماز پڑھا کرو اور میرے ساتھ دعا کرو۔‘‘ اور میں حضورؑ کیساتھ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یہی درجِ بالا دعا پڑھ رہا ہوں کہ میری آنکھ کھل جاتی ہے۔ میں نے یہ خواب دیکھنے سے چند ماہ پہلے جب چند منٹوں میں یہ دعائیہ اشعار لکھے تھے تو اس وقت مجھے پتہ نہیں تھا کہ یہ الہامی اشعار ہیں اور اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالے ہیں۔ اب جب میں خواب میں حضورؑ کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر یہ منظوم دعا کرتا ہوں تب بھی مجھے کوئی ایسا خیال نہ آیا کہ میں ان اشعار کو الہامی سمجھ لوں۔ اس وقت نہ مجھے اس خواب کی تعبیر کا علم تھا اور نہ ہی میں اس کی تعبیر جاننے کے لیے کسی عالم کے پاس گیا۔ ہاں مجھے اتنا یقین ضرور ہو گیا کہ یہ ایک بڑی مبارک خواب ہے وبس۔ وقت گزرتا گیا اور بالآخر وسط دسمبر ۱۹۸۳ء کا وہ مبارک لمحہ آگیا جب میں ’’نیکی‘‘ اور ’’علم‘‘ کی ماہیت جاننے کیلئے اپنے ربّ العزت کے حضور سر بسجدہ ہوا۔ اس سجدہ میں خاکسار کو آنخضرت ﷺ اور حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی حصول علم کیلئے چند الہامی دعائیں پڑھنے کی توفیق مل گئی جو کہ درجِ ذیل ہیں۔

(۱) رَبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا۔ (طٰہٰ۔۱۱۵ و تذکرہ صفحہ ۳۱۰)۔ اے میرے ربّ! مجھے میرے علم میں زیادتی عطا فرما۔

(۲) رَبِّ عَلِّمۡنِیۡ مَا هُوَ خَیۡرٌ عِنۡدَكَ۔ (تذکرہ صفحہ ۵۵۸) اے میرے ربّ! مجھے وہ کچھ سکھلا جو تیرے نزدیک بہتر ہے۔

(۳) رَبِّ اَرِنِیۡ اَنۡوَارَكَ الۡكُلِّیَّةَ۔ (تذکرہ صفحہ ۵۳۴) اے میرے ربّ! مجھے اپنے وہ تمام انوار دکھلا جو محیط کل ہیں۔

(۴) رَبِّ اَرِنِیۡ حَقَآئِقَ الۡاَشۡیَاءِ۔ (تذکرہ صفحہ ۶۱۳) اے میرے ربّ! مجھے اَشیاء کے حقائق دکھلا۔

(۵) اے ازلی ابدی خدا ! مجھے زندگی کا شربت پلا۔ (تذکرہ صفحہ ۶۰۰)

اور پھر اِس سجدہ میں ہی میری کایا پلٹ گئی اور مجھے یہ کامل یقین بخشا گیا کہ آنخضرت ﷺ اور حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی حصولِ علم سے متعلقہ الہامی دعائیں بارگاہ ایزدی میں اِس عاجز کے حق میں قبول فرما لی گئیں ہیں۔ اور اِس طرح ’’نیکی‘‘ اور ’’علم‘‘ کے متعلق بہت سارا علم میرے وجود میں داخل ہو گیا۔ پھر اسی دن یا اگلے دن ’’Virtue is God‘‘ (نیکی خدا ہے) ایسا عظیم الشان الٰہی نظریہ مجھے الہام ہو گیا۔ انہی دنوں میں اللہ تعالیٰ نے میری توجہ درجِ بالا خواب کی طرف مبذول کروائی جس میں خاکسار نے حضورؑ کے حکم پر آپکے ساتھ اور آپکی پیروی میں اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر منظوم دعائیہ اشعار پڑھے تھے۔ اِس وقت مجھے یقین بخشا گیا کہ یہ متذکرہ بالا منظوم دعائیہ اشعار تو (یعنی اس عاجز) نے نہیں بنائے تھے بلکہ الہامی طور پر تیرے دل میں ڈالے گئے تھے۔ بعدازاں میرے دل میں بار بار یہ اِلقاء ہوا کہ ’’نیکی کی ماہیت‘‘ کا یہ علم تجھے حضورؑ کی اُس دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں ملا ہے جو آپؑ نے اِس عاجز کی خواب میں اِس عاجز کو اپنے رُوبرو کھڑا کر کے کی تھی۔ یہ یاد رہے کہ اب تک بھی مجھے قطعی طور پر یہ پتہ نہ چلا تھا کہ خاکسار غلام

مسیح الزماں یعنی مصلح موعود ہے۔ دسمبر ۱۹۸۳ء کے آخر میں جو ربوہ میں جلسہ سالانہ منعقد ہوا تھا۔ یہ جلسہ سالانہ اِس عاجز نے بھی اَٹنڈ (attend) کیا تھا۔ جلسہ کے پہلے دن خلیفہ رابع کی اِفتتاحی تقریر سے پہلے آپ کا منظوم کلام جو بعد میں ’’مردِ حق کی دُعا‘‘ کے عنوان سے شائع ہوا پڑھا گیا تھا۔ میں نے بھی اس نظم کو اس جلسہ میں سنا تھا۔ لیکن مجھے اس وقت کوئی خبر نہیں تھی کہ اس نظم میں کیا کچھ بیان کیا گیا ہے۔؟ چند ماہ بعد یعنی اپریل یا مئی ۱۹۸۴ء میں پھر اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ اس نظم (مردِ حق کی دُعا) کے تین اشعار کا تیرے ساتھ تعلق ہے جو کہ درجِ ذیل ہیں۔

دوگھڑی صبر سے کام لو ساتھیو! آفتِ ظلمت و جور ٹل جائے گی ۔ آہِ مومن سے ٹکرا کے طوفان کا رُخ پلٹ جائے گا رُت بدل جائے گی
یہ دُعا ہی کا تھا معجزہ کہ عصا، ساحروں کے مقابل بنا اَژدھا ۔ آج بھی دیکھنا مردِ حق کی دُعا ، سحر کی ناگنوں کو نگل جائے گی
عصرِ بیمار کا ہے مرض لا دوا ، کوئی چارہ نہیں اب دُعا کے سوا ۔ اے غلامِ مسیح الزماں ہاتھ اُٹھا، موت آ بھی گئی ہو تو ٹل جائے گی

پھر اللہ تعالیٰ نے بار بار میرے دل میں ڈالا کہ غفار! یاد کر تو اپنی وہ خواب جس میں تو نے مسیح الزماںؑ کے ساتھ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف دُعا کیلئے اُٹھائے تھے۔ پھر مجھے فرمایا گیا کہ مرزا طاہر احمد نے اپنی نظم (مردِ حق کی دُعا) کے آخری شعر میں جس غلام مسیح الزماں کے ہاتھ اُٹھائے جانے کا ذکر کیا ہے۔ وہ غلام مسیح الزماں تو ہی ہے کیونکہ تو نے ہی خواب کی حالت میں میرے مسیح الزماں کے رُوبرو دُعا کے لئے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھائے تھے۔ یہ یاد رکھیں کہ مامور من اللہ ہونے کا مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شئے یا کسی انسان کو اپنی وحی کے ذریعہ کسی اہم کام پر مامور فرما دے۔ اب جس طرح حضرت ابراہیمؑ کو خواب دیکھنے کے بعد اس میں کوئی شک نہ رہا کہ اُنہیں اپنے لختِ جگر کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے کا حکم ہو چکا ہے یا جس طرح اُمِّ موسیٰؑ کو وحی یعنی اِلقاءِ فی القلب کے بعد یہ یقین ہو گیا کہ مجھے اپنے جگر گوشہ کو دریا میں بہائے جانے کا حکم ہو چکا ہے یا جس طرح شہد کی مکھی وحی کے بعد اپنے کام پر مامور ہو گئی۔ اسی طرح مجھے بھی خلیفہ رابع کے اس شعر کے بعد اپنے ’’غلام مسیح الزماں‘‘ یعنی مصلح موعود ہونے میں کوئی شک وشبہ نہ رہا اور میں اپنے ربّ کے حضور لاجواب سا ہو گیا۔ اور یہ میری ہی بات نہیں بلکہ اگر میری جگہ کوئی اور بشر ہوتا تو اُس کا ردِ عمل اور اُس کا مؤقف بھی یہی ہوتا جو آج میرا ہے۔ اِسکی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی بوجھ زیادہ ہو اور اِنسان اپنے آپ کو کمزور سمجھتے ہوئے ڈر کر اُسے اُٹھانا نہ چاہے تو وہ لوگوں سے تو بھاگ سکتا ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کسی اِنسان پر اِس طرح اتمام حجت کر دے تو پھر وہ بندہ اُسکے حضور سے بھاگ نہیں سکتا۔ ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ ۔ میرے لاجواب ہونے کی وجہ یہ تھی کہ چونکہ میری متذکرہ بالا خواب کا یا تو مجھے علم تھا یا پھر اللہ تعالیٰ کو پتہ تھا جس نے مجھے یہ خواب دکھائی تھی۔ خلیفہ رابع کو بہرحال یہ پتہ نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی احمدی کو ایسا خواب دکھایا ہوا ہے جس میں حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے نہ صرف اُسے اپنی دُعا میں شامل فرمایا ہے بلکہ بزرگ و برتر ربّ کے حضور اُس کیلئے ہاتھ اُٹھا کر دُعا بھی کی ہوئی ہے۔ مزید برآں یہ کہ اُس غلام نے بھی اپنے آقا کے اِرشاد پر اُس کی دُعا میں شامل ہو کر اور اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر ایک الہامی دُعا کی ہوئی ہے۔ اور اس الہامی دُعا میں نہ صرف میں نے اپنی بخشش اور اپنے ’’پاک اور نیک یعنی زکی‘‘ بننے کی فریاد کی تھی بلکہ اسلام کی سچائی اور اُسکی فتح اور ہدایت کو گھر گھر میں داخل کرنے کی بھی دُعا کی تھی۔ اور اس طرح مجھے حق الیقین ہو گیا کہ مجھ خاکسار کو اللہ تعالیٰ نے صداقت اسلام اور فتح اسلام کیلئے مامور کر دیا ہے۔ اسکے بعد بڑی تیزی کیساتھ اللہ تعالیٰ میرے دل پر وحی خفی نازل فرما کر مجھے ’’نیکی کی ماہیت‘‘ سمجھاتا چلا گیا اور میں لکھتا چلا گیا۔ اور آخر میں اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ سمجھا دیا کہ یہی الٰہی نظریہ ’’Virtue is God‘‘ (نیکی خدا ہے) ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی ’’الہامی پیشگوئی کی حقیقت‘‘ پر مشتمل ہے اور یہی تیرے ’’غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعودؑ‘‘ ہونے کا الہامی، علمی اور قطعی ثبوت ہے۔ یہاں پر ایک خاص بات عرض کرنی چاہتا ہوں۔ ہوسکتا ہے اس سے کسی کو فائدہ ہو جائے۔ وحی اور الہام کے لغوی معانی تو شروع میں درج کیے جا چکے ہیں۔ بات یہ ہے کہ ہر انسان کی اپنی الگ نفسیات ہوتی ہے اور اس نفسیات کو سب سے بہتر اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ یقین دلانے کی خاطر ہر انسان کیساتھ اُسکی نفسیات کے مطابق معاملہ کرتا ہے۔ مثلاً کسی کو کوہِ طور پر آگ میں جلوہ دکھایا گیا، کسی کو پیپل کے درخت کے نیچے مراقبے میں گیان ہو گیا، کسی کے آگے غارِ حرا میں حضرت جبرائیلؑ کو ظاہر فرمایا گیا، کسی کی ایک ہی رات میں مکمل اصلاح کر دی گئی اور کسی کی ایک مبارک سجدے میں کایا پلٹ دی گئی وغیرہ وغیرہ۔ بعض لوگ میرے جیسے کمزور ہوتے ہیں جنہیں اپنی کم مائیگی کی بدولت الہامات اور وحی کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے میں بہت تردُّد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں سمجھانے اور یقین دلانے کی خاطر خاص خاص رنگ میں اُنکے ساتھ سلوک فرماتا ہے تاکہ انہیں پیغام خداوندی کے سمجھنے میں کوئی اِبہام نہ رہے جیسا کہ خاکسار کیساتھ ہونے والے واقعہ سے ظاہر ہے۔ جناب چوہدری صاحب! میں نے اپنی جس روحانی واردات کا یہاں ذکر کیا ہے ایسے واقعہ کے بعد کیا کسی انسان کو اپنے دعویٰ کے مبنی بر الہام ہونے میں کوئی شک رہ سکتا ہے۔؟ ہرگز نہیں۔

خاکسار نے شروع میں یہ ذکر کیا تھا کہ حضرت مرزا غلام احمدؑ کے دعویٰ مہدویت کی سچائی کیلئے اللہ تعالیٰ نے آنحضرتﷺ کا بیان فرمودہ خسوف وکسوف کا نشان آسمان پر ظاہر فرمایا تھا۔ یہاں آپ سوال کر سکتے ہیں کہ پیشگوئی مصلح موعود کے ضمن میں مصلح موعود کیلئے اللہ تعالیٰ نے کون سا الہامی ثبوت مقرر فرمایا ہوا تھا اور کیا وہ الہامی ثبوت آپکے یعنی اِس عاجز کے

وجود میں پورا ہو گیا ہے۔؟ تو جواباً عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ضرور الہامی پیشگوئی مصلح موعود میں مصلح موعود کا الہامی ثبوت بتایا ہوا ہے اور یہ الہامی نشان یا الہامی ثبوت اُس کی درجِ ذیل الہامی علامات ہیں۔

☆ وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ (اِسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَآءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ ☆

اِن الہامی علامات میں بھی اُسکی عظیم الشان مرکزی علامت یا مرکزی نشان اُس کا "مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَآءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔" ہونا ہے۔ چونکہ مصلح موعود سے متعلقہ الہامی ثبوت کی اِن مرکزی علامات کا تعلق اللہ تعالیٰ کے کامل علم وعرفان سے ہے اور اللہ تعالیٰ کا کامل علم وعرفان بغیر الہام کے حاصل نہیں کیا جا سکتا لہٰذا ممکن نہیں تھا کہ مجھ سے پہلے کوئی غیر متعلقہ شخص عقل کیساتھ مصلح موعود کے اس الہامی ثبوت کو اپنے وجود میں پورا فرما لیتا۔ چوہدری صاحب! آپ نے میرے الٰہی نظریہ "Virtue is God" کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ کیا آپ کو اس اِلٰہی نظریہ میں مصلح موعود سے متعلقہ الہامی ثبوت اس میں نظر نہیں آیا۔؟ اگر نہیں آیا تو میں ایک بار پھر آپ سے اس "الٰہی نظریہ" کو بغور پڑھنے کی درخواست کرتا ہوں۔ اُمید ہے آپ کو یہ الہامی ثبوت اِس میں ضرور نظر آ جائے گا ۔

صاف دِل کو کثرتِ اِعجاز کی حاجت نہیں ۔ اِک نشاں کافی ہے گر دِل میں ہو خوفِ کردگار

سوال نمبر۲۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا دعویٰ مصلح موعود ہونے کا مبنی بر غلط فہمی تھا اور وہ دعویٰ بانئ سلسلہ احمدیہ کی پیشین گوئی پر پورا نہ اُترتا تھا اور وہ دعویٰ جھوٹا تھا۔ کیا آپ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو جھوٹا مدعی جانتے ہیں۔؟ اور کیا آپ اُن عقائد کو بھی غلط جانتے ہیں جو میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے اپنی جھوٹی پوزیشن کو قائم کرنے کیلئے تراشے تھے۔؟ مثلاً یہ کہ بانئ سلسلہ احمدیہ کو ۱۹۰۱ء تک اپنے اصل مقام کا علم نہ تھا اس لیے ۱۹۰۱ء سے قبل کی اُن کی وہ تحریرات جن کا تعلق اُن کے دعاوی سے ہے منسوخ گردانتے ہوئے اُن پر انحصار کرنا جائز نہ ہے۔؟

جواب۔ جناب چوہدری صاحب! خاکسار مرزا بشیر الدین محمود احمد کو اُس کے دعویٰ مصلح موعود میں قطعی طور پر جھوٹا جانتا ہے۔ آپ کے سوال کے جواب کے بعد یہ عاجز ذرا اس کی وضاحت بھی کرنا چاہتا ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کا دعویٰ مصلح موعود کس طرح جھوٹا تھا۔؟ مرزا بشیر الدین محمود احمد ۱۲۔ جنوری ۱۸۸۹ء میں پیدا ہوئے۔ جس 'زکی غلام' کو حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے "مصلح موعود" قرار دیا ہے اُس کی پیدائش کی بشارات ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء سے شروع ہو کر ۶۔ ۷ نومبر ۱۹۰۷ء تک جاری رہتی ہیں۔ مصلح موعود کی پیدائش کی آخری بشارت ۶۔ ۷ نومبر ۱۹۰۷ء کو ہوئی اور اِس وقت مرزا بشیر الدین محمود احمد اُٹھارہ (۱۸) سال کے نوجوان تھے۔ اب ظاہر ہے کہ ۱۸ سالہ نوجوان کی پیدائش کی بشارت نہیں ہو سکتی بلکہ اِلٰہی سنت کے مطابق بشارت تو پیدا ہونیوالے کی ہوا کرتی ہے۔ اور اس پر قرآنِ مجید اپنی تصدیقی مہر ثبت کرتا ہے۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد کا دعویٰ مصلح موعود اس لیے جھوٹا تھا کیونکہ وہ پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ بشارت ہی میں نہیں آتے۔ اللہ تعالیٰ جس وجود کو اپنی کسی بشارت کے دائرہ سے ہی نکال دے تو پھر وہ اُسے مُبَشّر یعنی اُس بشارت کا مصداق کیسے بنا سکتا تھا۔؟

جناب چوہدری صاحب! میں آپکی وساطت سے تمام احمدی افراد سے سوال کرتا ہوں کہ قریباً ایک صدی قبل آپ میں سے اکثریت کے اَباؤ اجداد نے وفاتِ مسیح ابن مریم سے متعلق فرقانِ مجید کا فتویٰ قبول کر کے حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کو مسیح موعود مانا تھا۔ اب وہی فرقانِ مجید مرزا بشیر الدین محمود احمد کے دعویٰ مصلح موعود کو جھٹلا رہا ہے۔ کیا آج آپ اُسی فرقانِ مجید کا فتویٰ قبول کر کے الٰہی غضب سے بچنا نہیں چاہتے۔؟ فَتَدَبَّرُوْا اَیُّهَا الْعَاقِلُوْنَ۔

کیوں غضب بھڑکا خُدا کا مُجھ سے پُوچھو غافلو! ۔ ہو گئے ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانے کے دن
غیر کیا جانے کہ غیرت اس کی کیا دکھلائے گی ۔ خود بتائے گا اُنھیں وہ یار بتلانے کے دن
وہ گھڑی آتی ہے جب عیسیٰ پکاریں گے مجھے ۔ اب تو تھوڑے رہ گئے دجّال کہلانے کے دن

جناب چوہدری صاحب! آپکے خیال میں مرزا بشیر الدین محمود احمد نے اپنی جھوٹی پوزیشن کو قائم کرنے کیلئے کچھ غلط عقائد تراشے تھے۔ اگر آپ حوالہ جات کیساتھ اُنکی تفصیل لکھ کر بھیجتے تو میں اُن پر تبصرہ کرتا۔ آپ نے اس ضمن میں ایک مثال لکھ کر بھیجی ہے۔ اگر اس کا بھی حوالہ درج کرتے تو بہت خوب ہوتا۔ آپ لکھتے ہیں۔ "یہ کہ بانئ سلسلہ احمدیہ کو ۱۹۰۱ء تک اپنے اصل مقام کا علم نہ تھا اس لیے ۱۹۰۱ء سے قبل کی اُن کی وہ تحریرات جن کا تعلق اُن کے دعاوی سے ہے منسوخ گردانتے ہوئے اُن پر انحصار کرنا جائز نہ ہے۔؟"

بہر حال اس ضمن میں گذارش ہے کہ حضرت بانئ سلسلہ احمدیہؑ کی کسی تحریر کو منسوخ کرنے کا کسی احمدی کو اختیار نہیں خواہ وہ آپؑ کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔؟ (ثانیاً) اگر آپؑ نے اپنی

زندگی میں اپنی کسی تحریر کو منسوخ قرار دیا ہو تو وہ جائز ہے۔ (ثالثاً) لامحدود علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور چنیدہ بندوں کا علم بھی اُتنا ہی ہوتا ہے جتنا علیم و خبیر ہستی اُنہیں بخشتی ہے۔ وہ بذاتِ خود علیم اور خبیر نہیں ہوتے۔ ایسے انسانوں کا علم وقت کیساتھ ساتھ بدلتا ہے یعنی بڑھتا رہتا ہے۔ علم بڑھنے سے اُنکے نظریات بھی بدل جاتے ہیں اور یہ کوئی گناہ کی بات نہیں۔ مثلاً۔ ۱۸۸۴ء تک حضرت بانئے سلسلہ احمدیہؑ کا حیاتِ مسیح ابن مریم کے متعلق وہی عقیدہ تھا جو کہ عامۃ المسلمین کا ہے اور اِس کی براہین احمدیہ سے تصدیق ہوتی ہے۔ ۱۸۹۱ء میں اللہ تعالیٰ نے اِلہاماً آپؑ پر حضرت مسیح ابن مریم کی وفات کا انکشاف فرما دیا۔ آپؑ نے اس الٰہی انکشاف کی روشنی میں دوبارہ فرقانِ مجید کا مطالعہ فرمایا تو قرآن مجید نے بھی اس الٰہی انکشاف کی تصدیق فرما دی۔ اب شخصیت تو وہی تھی لیکن الٰہی انکشاف کی روشنی میں وقت کے ساتھ حیات مسیح کے متعلق اُس کا عقیدہ یا نظریہ بدل گیا۔

جناب چوہدری صاحب! آپ نے ۱۹۰۱ء سے پہلے اور ۱۹۰۱ء کے بعد حضرت بانئے سلسلہ احمدیہؑ کے جن دعاوی کی بات کی ہے غالباً اس سے آپکی مراد بانئے سلسلہ احمدیہؑ کے نبوت سے متعلق عقائد ہیں۔ اس ضمن میں میری پھر وہی گذارش ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے حضرت بانئے سلسلہ احمدیہؑ نے نبوت کے متعلق جس قسم کے عقیدے کا اظہار فرمایا تھا وہ اُس الٰہی علم کی روشنی میں فرمایا تھا جو ۱۹۰۱ء سے پہلے تک آپؑ کو حاصل تھا۔ اسی طرح ۱۹۰۱ء کے بعد سے وفات تک آپؑ نے نبوت کے متعلق جس عقیدے کا اظہار فرمایا ہے وہ اُس الٰہی علم کی روشنی میں فرمایا تھا جو اللہ تعالیٰ نے ۱۹۰۱ء کے بعد آپؑ کو عطا فرمایا تھا۔ اور یہ کوئی جائے اعتراض نہیں کیونکہ ’’ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مقامے دارد‘‘۔

جناب چوہدری صاحب! آپ کے علم میں اس کے علاوہ اگر مرزا بشیر الدین محمود احمد کے تراشے ہوئے غلط عقائد ہوں تو آپ حوالہ جات کیساتھ اِنہیں میری طرف ارسال کیجئے گا تا کہ میں اِن پر اپنی رائے کا اظہار کر سکوں۔

سوال نمبر۳۔ ’’مصلح موعود‘‘ خالصتاً ایک احمدیہ concept ہے جس کا عامۃ المسلمین کو (سوائے اُنکے جو احمدیت کا لٹریچر اور خاص طور پر بانئے سلسلہ احمدیہ کی کتابیں پڑھتے رہے ہیں) اِس concept کا علم تک بھی نہ ہے۔ کیا آپ کا مشن محض جماعت احمدیہ کے ممبران کی اصلاح ہے۔؟ یا اُس سے بڑھ کر عامۃ المسلمین کی اصلاح بھی آپکے مشن کا حصہ ہے۔؟

جواب۔ جناب چوہدری صاحب! اس سوال کا جواب دینے سے پہلے میں بطور تمہید کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ ہم سبھی جانتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے وحی پا کر اپنی اُمت کو یہ نوید بخشی تھی کہ ’’اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَأسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَتٍ مَّنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا۔‘‘ (سنن ابوداوٗد جلد۲ کتاب الملاحم) یعنی اللہ عزّ و جل ہر صدی کے سر پر ایک شخص کو مبعوث کرتا رہے گا جو اس کیلئے اس کے دین کی تجدید کرتا رہے گا۔ مجددین کا یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کے موافق جاری ہے جو اُس نے سورۃ الحجر آیت:۱۰ ’’اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنا الذِّکرَوَاِنَّالَہ لَحا فِظُون یعنی اس ذکر (قرآن) کو ہم نے ہی اُتارا ہے اور ہم یقیناً اِسکی حفاظت کریں گے‘‘ میں فرمایا ہے۔ چونکہ یہ حدیث ایک پیشگوئی پر مشتمل تھی اور ہر صدی کے سر پر یہ پیشگوئی پوری ہو کر اس حدیث کی سچائی پر مہر تصدیق ثبت کرتی رہی ہے۔ لہٰذا مجددین کا یہ سلسلہ روزِ قیامت تک جاری و ساری رہے گا اور اس میں تخلّف ہرگز ممکن نہیں۔ مجددین کے اِس سلسلے میں آنحضرت ﷺ نے دو مجددوں کو بطورِ خاص موعود کا لقب بخشا ہے اور وہ ہیں مہدی اور مسیح۔ جیسا کہ آنحضور ﷺ اِرشاد فرماتے ہیں:۔

(۱) ’’عَنْ جَعْفَرٍؓ عَنْ اَبِیہِ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَبْشِرُوْا اَبْشِرُوْا اِنَّمَامَثَلُ اُمَّتِیْ مَثَلُ الْغَیْثِ لَا یُدْرٰی اٰخِرُہٗ خَیْرٌاَمْ اَوَّلُہٗ اَوْ کَحَدِیْقَۃٍ اُطْعِمَ مِنْھَا فَوْجٌ عَامًا ثُمَّ اُطْعِمَ فَوْجٌ عَامًا لَعَلَّ اٰخِرَھَا فَوْجًا اَنْ یَّکُوْنَ اَعْرَضَھَاعَرْضًاوَاَعْمَقَھَاعُمْقًا وَّاَحْسَنَھَا حُسْنًا کَیْفَ تَھْلِكُ اُمَّۃٌ اَنَا اَوَّلُھَا وَالْمَھْدِیُّ وَسْطُھَا وَالْمَسِیْحُ اٰخِرُھَا وَلٰکِنْ بَیْنَ ذَالِكَ فَیْجٌ اَعْوَجُ لَیْسُوْامِنِّیْ وَلَآاَنَا مِنْھُمْ۔ رواہ رزین۔‘‘ (مشکوۃ شریف جلد۳ صفحہ۲۹۳) ترجمہ۔ جعفرؓ اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا (حضرت امام حسینؓ۔ ناقل) سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم خوش ہوؤ اور خوش ہوؤ۔ میری امت کی مثال بارش کی مانند ہے یہ نہیں جانا جاتا اس کا اوّل بہتر ہے یا آخر یا اس کی مثال باغ کی مانند ہے۔ اس سے ایک سال تک ایک فوج کھلائی گئی پھر ایک فوج ایک دوسرے سال کھلائی گئی شاید کہ جب دوسری فوج کھائے وہ بہت چوڑا اور بہت گہرا اور بہت اچھا بن جائے۔ وہ اُمت کیسے ہلاک ہو جس کے اوّل میں، میں ہوں، مہدی اُسکے وسط میں اور مسیح اُسکے آخر میں ہے۔ لیکن اِسکے درمیان ایک کجرو جماعت ہوگی اِنکا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور میرا اِنکے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

(۲) ’’عَنِ ابْنِ عَبَّاس رَضِیَ اللّٰہ عَنْہُ مَرْفُوْ عًاقَالَ لَنْ تَھْلُكَ اُمَّۃ" اَنَا فِیْ اَوَّ لِھَا وَعِیْسیٰ بْنُ مَرْیَمَ فِیْ اٰخِرِھَا وَالْمِھْدِیُ وَسَطِھَا۔‘‘ (کنز العمال ۲/ ۱۸۷۔ جامع الصغیر ۲/ ۱۰۴ بحوالہ حدیقۃ الصالحین صفحہ ۴۰۲) ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ وہ اُمت ہرگز ہلاک نہیں ہوسکتی جس کے شروع میں، میں اور آخر

میں عیسٰی بن مریم (مسیح موعود) اور درمیان میں مہدی ہونگے۔

مزید برآں آنحضورﷺ کے اس بیان فرمودہ مسیح موعود کے متعلق حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے بھی آنحضورﷺ کے کلام کی تصدیق فرمائی ہے۔ اِس ضمن میں آپؑ فرماتے ہیں:۔

(۱) ’’اب یہ سوال بھی قابل حل ہے کہ مسیح ابن مریم تو دَجّال کے لیے آئے گا۔ آپ اگر مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہو کر آئے ہیں تو آپ کے مقابل پر دَجّال کون ہے۔؟ اس سوال کا جواب میری طرف سے یہ ہے کہ گو میں اس بات کو تو مانتا ہوں کہ ممکن ہے کہ میرے بعد کوئی اور مسیح ابن مریم بھی آوے اور بعض احادیث کی رو سے وہ موعود بھی ہو۔ اور کوئی ایسا دَجّال بھی آوے جو مسلمانوں میں فتنہ ڈالے مگر میرا مذہب یہ ہے کہ اس زمانہ کے پادریوں کی مانند کوئی اب تک دَجّال پیدا نہیں ہوا اور نہ قیامت تک پیدا ہوگا۔‘‘ (ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد۳ صفحہ۳۶۲)

اپنی کتاب ازالہ اوہام میں ہی ایک اور جگہ پر آپؑ فرماتے ہیں۔

(۲) ’’اس مسیح کو بھی یاد رکھو جو اس عاجز کی ذریّت میں سے ہے جس کا نام ابن مریم بھی رکھا گیا ہے کیونکہ اس عاجز کو براہین میں مریم کے نام سے بھی پکارا ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد۳ صفحہ۳۱۸)

جناب چوہدری صاحب۔ اب یہ حقیقت ہر قسم کے شک وشبہ سے بالا ہے کہ سلسلہ محمدیہ میں آنحضرتﷺ کے بعد جو مجددین یا مصلحین کا سلسلہ شروع ہوا تھا اِن میں سے دو کا آپﷺ نے بطور خاص ذکر فرما کر نہ صرف انہیں موعود قرار دیا بلکہ اُن کے روحانی نام بھی بیان فرما دیئے ہیں یعنی ایک مہدی اور دوسرا مسیح۔ آپﷺ کی اِس پیشگوئی کے مطابق جب ایک صدی قبل حضرت مرزا غلام احمدؑ بطور مہدی مبعوث ہوئے تو آپؑ نے ۱۸۸۹ء میں ایک جماعت قائم کی اور اس کا نام جماعتِ احمدیہ رکھا۔ ہم جانتے ہیں حضرت مہدی معہودؑ کی آمد سے قبل اُمتِ محمدیہ بہتّر (۷۲) فرقوں میں بٹ چکی تھی۔ آپؑ نے جس جماعت کو قائم کیا وہ نہ صرف اُمتِ مسلمہ کا تہتّر واں (۷۳) فرقہ تھا بلکہ وہ محمدی سلسلے کا حقیقی تسلسل بھی تھا۔ حضرت بانئے سلسلہ نے بھی اللہ تعالیٰ سے الہام پا کر اپنے بعد ایک مسیح کی خبر دی ہے اور اُسے مسیح موعود کی پیشگوئی میں شامل فرمایا ہے جیسا کہ آپکے متذکرہ بالا فرمودات سے ظاہر ہے۔ یہ وہی مسیح موعود ہے جس کا آنحضرتﷺ نے مہدی کے بعد آخری زمانے میں نازل ہونے کا ذکر فرمایا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ اُمتِ محمدیہ میں کتنے مسیح موعود ہیں۔؟ تو جواباً عرض کرتا ہوں کہ (اولاً) آنحضرتﷺ کے فرموداتِ صحیحہ و مرفوعہ جو کہ بطورِ خاص بخاری و مسلم میں موجود ہیں سے اُمت محمدیہ میں ایک سے زیادہ مسیحائی نفوس کا نزول ثابت ہے اور اِن میں سے ایک حضرت بانئے سلسلہ تھے۔ (ثانیاً) یہ بات بھی قطعی طور پر سچ ہے کہ حضرت بانئے سلسلہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایک مسیحائی نفس وجود کی خبر دی تھی اور یہ وہی مسیحائی نفس وجود ہے جس کو حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ نے مصلح موعود کا لقب بخشا تھا اور اُمت کی اکثریت ابھی تک اُس کے نزول کا بطور مسیح موعود اِنتظار کر رہی ہے۔ جناب چوہدری صاحب! اس طرح قطعی طور پر یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ ’’مصلح موعود‘‘ کا یہ concept صرف احمدیہ concept نہیں بلکہ یہ خالصتاً اسلامی concept ہے بلکہ اگر اُسے اُمتوں کا موعود کہا جائے تو بھی یہ غلط نہیں ہوگا۔ جہاں تک اُسکے اصلاحی مشن کا تعلق ہے تو اس ضمن میں گذارش ہے کہ یہ حقیقت ہے کہ اُس موعود نے ضرور حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی غلامی میں سلسلہ احمدیہ میں ظاہر ہونا ہے لیکن اُس کا مشن صرف احمدی عقائد اور نظام کی اصلاح نہیں بلکہ عالم اسلام کو غلامانہ حالت سے نکال کر غلبہ اسلام کیلئے راہ ہموار کرنا ہے۔ جیسا کہ شروع میں آپ نے اس عاجز کی الہامی نظم کو پڑھا ہوگا۔ اس نظم کے چار اشعار یا بالالفاظ دیگر اس نظم کے آدھے اشعار صرف غلبۂ اسلام اور فتح اسلام کیلئے الہام کیے گئے ہیں۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس موعود مصلح کا ایجنڈا دین اسلام اور عالم اسلام سے وابستہ ہے نہ کہ محض ممبرانِ جماعت احمدیہ تک۔

سوال نمبر۴۔ کیا آپ کو ایسا مجدد ہونے کا دعوٰی ہے جو بمطابق حدیث نبویﷺ ہر صدی کے سر پر اصلاحِ مسلمین اور تجدید دین کیلئے مبعوث ہوتا ہے۔؟

جواب۔ جناب چوہدری صاحب! جیسا کہ خاکسار درجِ بالا سطور میں یہ بیان کر چکا ہے کہ احمدیت، محمدیت ہی کا تسلسل ہے اور آنحضرتﷺ کے فرمان کے مطابق محمدیت میں شروع ہونے والا مجددین کا سلسلہ بھی احمدیت سے وابستہ ہوگیا تھا۔ بانئے سلسلہ احمدیہ کی پیشگوئی کے مطابق پندرھویں صدی ہجری میں احمدیت میں ظاہر ہونے والا ’’مصلح موعود‘‘ محمدی سلسلے کا چودھواں مجدد اور سلسلہ احمدیہ کا پہلا موعود مجدد ہے اور خاکسار کا یہی دعوٰی ہے۔

سوال نمبر۵۔ کیا آپ جماعت احمدیہ کے administrative نظام کی اصلاح چاہتے ہیں یا آپ کا مشن اُن اعتقادات کی اصلاح کر کے بانئے سلسلہ احمدیہ کے اعتقادات کی طرف واپس لے جانا ہے۔؟

جواب۔ خاکسار کے اصلاحی ایجنڈے میں یہ دونوں مقاصد شامل ہیں۔ اعتقادی اصلاح کیلئے تو میں اس وقت علمی طور پر حالتِ جنگ میں ہوں اور جب اللہ تعالیٰ مجھے اس میں کامیابی و کامرانی بخش دے گا تو اگلا مرحلہ نظام کی اصلاح کا ہوگا۔ بدقسمتی سے کچھ غلط لوگوں کی ہوس اقتدار کے نتیجہ میں بانئے سلسلہ احمدیہ کی جماعت دو دھڑوں میں بٹ چکی ہے

اور اِن دونوں بھائیوں یا جماعتوں کے نظریات میں کچھ اختلاف بھی پیدا ہو چکا ہے۔ اِن دونوں جماعتوں کے نظریاتی اختلافات کو بذریعہ دلائل سلجھا کر جماعت احمدیہ کو واپس ۱۹۰۸ء والی پوزیشن پر لے جانا بھی میرے اصلاحی مشن میں شامل ہے۔

سوال نمبر۶ ۔ ایک اور صاحب ماریشس میں مدعی ’’مصلح موعود‘‘ ہیں اور اپنے آپ کو ’’امیر المومنین محی الدین‘‘ کے titles سے لکھتے ہیں۔ چند الہامات جو قرآن کی آیات اور بانئے سلسلہ کے اشعار پر مشتمل ہیں اُنکے دعویٰ کیساتھ منسلک ہیں۔ وہ میرزا بشیر الدین احمد صاحب کو مصلح موعود اوّل اور اپنے آپ کو مصلح موعود ثانی گردانتے ہیں۔ عقائد اُنکے وہی ہیں جو میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے یا اُنکے followers کے ہیں۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی توحید اور سنت رسول کے قائم کرنے کے مدعی ہیں۔۔۔۔ یہ کیسے فیصلہ کیا جا سکے کہ آپ دونوں میں سے کون حقیقی اور سچا مدعی ہے۔؟

جواب ۔ جناب چوہدری صاحب! جیسا کہ خاکسار پہلے یہ ذکر کر چکا ہے کہ احمدیت میں اُس عمومی تجدید کا سلسلہ جو آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق شروع ہوا تھا تا قیامت جاری رہے گا لیکن حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کے الہام اور کلام میں آئندہ زمانہ کیلئے جماعتِ احمدیہ میں صرف اور صرف ایک مصلح موعود کی پیشگوئی موجود ہے۔ اگر کوئی شخص ’’مصلح موعود ثانی‘‘ ہونے کا تصور پیش کرتا ہے اور اِس کا اپنے آپ کو مصداق بھی قرار دیتا ہے تو حضرت بانئے سلسلہ کے الہامات کی روشنی میں نہ ایسا تصور مبنی بر حقیقت ہے اور نہ کوئی ایسا دعویٰ۔ اب توجہ طلب اَمر یہ ہے کہ ’’مصلح‘‘ اور ’’مصلح موعود‘‘ کے فرق کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر مرزا بشیر الدین محمود احمد ہی پیشگوئی مصلح موعود کے سچے مصداق تھے تو جماعت احمدیہ میں کوئی اور موعود مصلح نہیں ہوسکتا۔ اگر مرزا بشیر الدین محمود احمد کا دعویٰ مصلح موعود مبنی بر جھوٹ تھا تو پھر اس سچے ’’مصلح موعود‘‘ نے تو ظاہر ہونا ہے اور افرادِ جماعت کو اُسکی انتظار بھی کرنی چاہیے۔ یہ بھی یاد رہے کہ جب وہ مصلح موعود ظاہر ہوگا تو وہ خالی دعویٰ یا الہامی دعویٰ پیش نہیں کرے گا بلکہ اپنے ساتھ اپنی سچائی کا الہامی، علمی اور قطعی ثبوت بھی رکھتا ہوگا۔ میری یہاں گذارش ہے کہ اگر ماریشس کے صاحب جو کہ ’’مدعی مصلح موعود ثانی‘‘ ہیں یا کوئی اور احمدی پیشگوئی مصلح موعود کے مطابق مرزا بشیر الدین محمود احمد کو مصلح موعود ثابت کر دے تو میں اُس کے ہاتھ پر توبہ کرلوں گا اور اپنی حیثیت کے مطابق جرمانہ بھی ادا کرونگا۔ لیکن اگر ماریشس کے صاحب مرزا بشیر الدین محمود احمد کو مصلح موعود ثابت ہی نہیں کر سکتے تو پھر مرزا بشیر الدین محمود احمد کے دعویٰ ’’مصلح موعود اول‘‘ جھوٹا ہونے کیساتھ اُن کا اپنا ’’مصلح موعود ثانی‘‘ ہونے کا دعویٰ خود بخود باطل ہو جاتا ہے۔

چوہدری صاحب! میرے اور ماریشس کے مدعی مصلح موعود ثانی کے درمیان سچے مدعی کو پرکھنے کیلئے یہ معیار کافی ہے۔ خاکسار شروع میں الہامی دعویٰ اور الہامی ثبوت کا فرق واضح کر آیا ہے اور یہ بھی بتا چکا ہے کہ بغیر ثبوت خالی دعویٰ یا الہامی دعویٰ تو کوئی بھی کر سکتا ہے اور اِسکی کوئی اہمیت نہیں۔ کوئی بھی دعویٰ تبھی قابل غور ہوسکتا ہے جب مدعی کے پاس الہامی ثبوت یا نشانِ صداقت ہوگا۔ الہامات خواہ کتنے ہوں وہ ثبوت نہیں ہوا کرتے۔ خاکسار نہ صرف مدعی مصلح موعود ہے بلکہ اپنی سچائی کا الہامی، علمی اور قطعی ثبوت بھی رکھتا ہے۔ یہ الہامی ثبوت، الٰہی نظریہ ’’Virtue is God‘‘ میں موجود ہے۔ اگر کوئی میرے اس الٰہی نظریہ کو غلط سمجھتا ہے تو وہ میدان میں آ کر اِسے جھٹلا کر دکھا دے۔؟ میں تو ایسے مہربان کا عرصہ بیس (۲۰) سال سے منتظر ہوں۔ جہاں تک میری کتاب ’’غلام مسیح الزماں‘‘ کے بھیجنے سے متعلق آپ کا سوال ہے تو یہ کتاب اب تک چھپی نہیں ہے۔ یہ کتاب میری ویب سائٹ ’’www.alghulam.com‘‘ پر موجود ہے اور کوئی بھی شخص یہاں سے پڑھ بھی سکتا ہے اور (download) بھی کر سکتا ہے۔

نوٹ :۔ یہ لفظ جنبہ کیا آپکی cast یا گاؤں، علاقہ وغیرہ کے تعلق کے اظہار کیلئے ہے۔؟

جواب ۔ جنبہ میری ذات (cast) اور جاٹوں کی ایک ذیلی شاخ ہے۔ میرے محترم والد چوہدری شیر محمد صاحب (مرحوم) مشرقی پنجاب ضلع لدھیانہ میں ایک چک بنام ’’چک لوہٹ‘‘ کے رہنے والے تھے۔ اس چک میں جاٹوں کی دو ذیلی شاخیں جنبہ اور لوہٹ آباد تھیں اور اِنکی آپس میں باہمی رشتہ داریاں بھی تھیں۔ مثلاً۔ میری محترمہ والدہ غلام فاطمہ صاحبہ لوہٹ تھیں اور میرے محترم والد صاحب کا تعلق جنبہ قوم سے تھا۔ ۱۹۱۱ء کے لگ بھگ پورا چک لوہٹ احمدی ہو گیا تھا۔ تقسیم ہند کے وقت سارا چک ہجرت کر کے پاکستان آ گیا اور مختلف اضلاع میں آباد ہو گیا۔ میرے والد صاحب تین بھائیوں کی اکیلی نرینہ اولاد تھے۔ اگرچہ کافی جائداد کے مالک تھے لیکن اِسکے باوجود درویش مزاج اور احمدیت کے شیدائی تھے۔ ہجرت کے بعد پاکستان آ کر بھی آپ کی یہی خواہش تھی کہ میں مرکز کے قریب رہوں۔ ہندوستان کی زمین کے بدلے میرے والد صاحب کو ربوہ سے مغرب میں پانچ کلومیٹر کے فاصلہ پر ڈاور نامی گاؤں میں ایک مربع زمین الاٹ (allot) ہوئی تھی۔ ہمارے ڈیرے کا نام ’’وکیل والا‘‘ تھا اور یہیں ایک کچے مکان میں مارچ ۱۹۵۴ء کی کسی نامعلوم تاریخ کو بوقت فجر خاکسار کی پیدائش ہوئی تھی۔ ’’وکیل والا‘‘ ڈیرے میں خاکسار کو پیدا کرنے میں شاید یہ حکمت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مظلوم، محکوم اور مجبور احمدیوں کی رہائی کا مقدمہ لڑنے کیلئے مجھے ’’وکیل‘‘ بنانا تھا۔ میری پیدائش کے قریباً چھ ماہ بعد میرے والد صاحب اپنے یتیم بچے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے اس جہانِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ ہم پانچ بہن بھائی ہیں اور خاکسار سب سے چھوٹا ہے۔ میری ماں اور میرے بھائیوں نے غربت میں مجھے پڑھایا اور لکھایا۔ ۱۲۔ دسمبر ۲۰۰۳ء کو جب میرا دعویٰ ’’غلام مسیح الزماں‘‘ منظر عام پر

آیا تو میری ماں نے میرے دعویٰ کی تصدیق کی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ میرا بیٹا جھوٹ نہیں بولتا۔ میرے دعویٰ کے اگلے سال ۱۱۔ جولائی ۲۰۰۴ء کو میری والدہ صاحبہ مجھے اللہ تعالیٰ کے حوالے کر کے بعمر بیاسی (۸۲) سال اس جہان فانی سے کوچ کر گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

زندگانی تھی تیری مہتاب سے تابندہ تر ۔ خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر
مثل ایون سحر مرقد فروزاں ہو تیرا ۔ نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو تیرا
آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے ۔ سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

میرے والدین موصی تھے۔ اور دونوں بہشتی مقبرہ ربوہ میں پہلو بہ پہلو ابدی نیند سو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین۔

والسلام

عبدالغفار جنبہ/ کیل۔ جرمنی

۳۱ دسمبر ۲۰۰۷ء

☆☆☆☆☆☆☆